ایم اے شاہ

مکاتیبِ مولانا عبیداللہ سندھی
خصائصِ علمی پر ایک نظر

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے ایک بھرپور علمی و عملی زندگی گزاری تھی اور ملک اور بیرونِ ملک کے سیکڑوں اصحابِ علم و عمل سے تعلقات تھے۔ ناممکن ہے کہ مولانا کا ان سے مراسلت کا تعلق نہ رہا ہو۔ اقبال شیدائی مرحوم کے نام ان کے جو خطوط شائع ہوئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خطوط لکھنے میں مستعد تھے اور نصف جواب دینے پر اکتفا کرتے تھے، خود لکھنے میں بھی پہل کرتے تھے۔ اس بنا پر توقع تھی کہ اُن کے ہزاروں خطوط ہوں گے۔ لیکن ان کے جو خطوط اب تک سامنے آئے ہیں ان کی تعداد انگلیوں پر گِن لی جا سکتی ہے۔

اقبال شیدائی کے نام خطوط کی تعداد اڑتیس ہے۔ دوسرے حضرات کے نام ایک ایک خط ہے۔ ان کے مکتوب الیہ مولانا[1] عبدالباری فرنگی محلی (لکھنو)، امیر[2] جمعیۃ الانصار مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، شیخ عبدالرحیم[3] (سندھ)، شیخ الہند[4] مولانا محمود حسن (مدینہ منورہ) حضرت کے نام خط کے ساتھ جنودِ ربانیہ کا منصوبہ، منصب داران جنودِ ربانیہ کی فہرست اور حکومت موقتہ ہند (کابل) کی تفصیل بھی شامل ہے، مسٹر[5] [illegible] صدر کانگریس کمیٹی سندھ، علامہ[6] محمد صدیق بہاول پوری، مولانا[7] غلام رسول مہر ایڈیٹر انقلاب لاہور، شیخ التفسیر[8] مولانا احمد علی لاہوری، مولانا[9] عتیق الرحمٰن عثمانی (دہلی) اور مولانا[10] دین محمد وفائی (کراچی) ہیں۔ ان حضرات کے نام کل گیارہ خط ہیں۔ اور ایک اعلان اہلِ ہند کے نام ہے۔ اس طرح کل بارہ تحریریں از قسم خطوط ملتی ہیں۔ اگر اقبال شیدائی مرحوم کے نام خطوط شامل کر لئے جائیں تو کل تعداد پچاس ہو جاتی ہے۔ جو توقع سے مایوس کن حد تک کم ہے۔

اقسامِ تحریر

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے نام سے جو تحریریں اب تک چھپی ہیں، وہ کئی قسم کی ہیں اور درجۂ استناد میں یکساں برابر نہیں۔ اس فرق پر نظر رہنی چاہیے۔

۱- کچھ تحریریں ایسی ہیں جو لوگوں نے مولانا کے درس سن کر لکھ لیں۔ ان میں سے بعض تحریریں مولانا کی نظر سے گزریں اور انھوں نے ان کی صحت کی تصدیق کردی۔ بعض تحریریں ایسی ہیں جو مولانا نے سُنیں نہ پڑھیں۔ ان کی ذمہ داری صرف اصحابِ تحریر و املا پر عائد ہوتی ہے۔ مولانا پر ان کی صحت کی ذمہ داری نہیں۔

۲- بعض تحریریں ایسی ہیں جو مولانا نے اپنے کسی رفیق و شاگرد کو املا کرائی ہیں اور لکھنے والے نے لفظ بہ لفظ لکھی ہیں اور مولانا کی زندگی میں وہ شائع ہوئی ہیں۔ ان کے مطالب کے ذمہ دار مولانا ہیں۔

۳- کچھ تحریریں ایسی ہیں جو مولانا نے اپنے قلم سے لکھی ہیں۔ ان کی زبان، اسلوب اور مطالب سب مولانا کے ہیں۔ مولانا مرحوم کے خطوط کا تعلق تحریر کی اسی قسم سے ہے۔

مضامینِ خطوط

مولانا سندھی کے خطوط میں مذہبی و دینی مسائل کم زیرِ بحث آئے ہیں۔ اگر ہیں تو محض اشارات۔ کسی مسئلے پر انھوں نے مفصل بحث نہیں کی ہے۔ لیکن

○ ان کے سیاسی فکر کے تعین میں ان سے بڑی مدد ملتی ہے۔ اُن کا سیاسی فکر کیا تھا۔ سیاسی مسائل میں کیا اصول اُن کے پیشِ نظر تھا۔ وہ کس طرح سوچتے تھے اور کس طرح وہ کسی نتیجے پر پہنچتے تھے۔ یہ خطوط اس بارے میں کوئی رائے قائم کرنے میں بہت مددگار ہیں۔

○ اِن سے اُن کے کابل، ماسکو، ترکی، حجاز وغیرہ میں مصروفیات و مشاغل پر روشنی پڑتی ہے۔ اِن خطوط میں اُن کے سوانح کے بارے میں نہایت مستند اور قیمتی معلومات ہیں۔

○ اِن خطوط کی اہمیت یہ بھی ہے کہ اِن سے بعض حضرات کی پھیلائی ہوئی اس بات

کی قطعاً نفی ہو جاتی ہے کہ مولانا سندھی مرحوم قیام ماسکو کے زمانے میں اور بعض اپنے ساتھیوں کے زیر اثر کمیونزم سے متاثر ہو گئے تھے۔ اس کے برعکس ان کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو مطالعے کے بعد شاہ ولی اللہ دہلوی کی فلاسفی پر اور پختہ یقین ہو گیا تھا۔ ان خطوط کے مطالعے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ کمیونزم کے بعض نقائص اور کمزور پہلو ان کے علم میں آ گئے تھے اور اس کے بودے پن کو انھوں نے اس فلسفے کے اکابر اور روس کے انقلابیوں پر ثابت کر دیا تھا اور انھوں نے اعتراف کر لیا تھا کہ اگر وہ انقلاب کو کامیاب نہ کر چکے ہوتے تو وہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفے کو مولانا سندھی کی تشریح و تعبیر کے مطابق اختیار کر لیتے۔

○ ان خطوط سے بعض مشاہیر کے بعض خاص مشاغل اور سیرتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً: خواجہ کمال الدین (احمدی) کا انگریزوں کے لیے کام کرنا اور مولوی محمد علی لاہوری (احمدی) کا اس سے واقف ہونے کے باوجود پردہ دری کرنا، عبدالرحمٰن صدیقی کی نہایت غیر ذمہ داری بلکہ کچھ اس سے بڑھ کر۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو قادیان کی طرف سے "دعوتِ اسلام" اور مولانا آزاد کا اس پر دلچسپ تبصرہ، خیری برادران کے بارے میں بعض اشارات، بعض مہاجر رفیق نوجوانوں کے بارے میں معلومات جو ثابت قدم نہ رہ سکے اور حالات کی سنگینی نے اُن کے فکر و سیرت میں شکست و ریخت کے عمل کو انتہا تک پہنچا دیا۔ مولانا سندھی نے ایک خط میں لکھا ہے کہ ہمارے ہندوستانی عزیزوں کی ایک بڑی جماعت حکومت ہند کے مقرر کردہ فرائض ادا کرتی رہی ہے۔ خطوط میں ان کی ایک دوسرے کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا ذکر بار بار آیا ہے۔

○ سیاسی افکار و مسائل اور تحریک آزادی کے سلسلے میں بہت مفید باتیں خصوصاً مولانا سندھی کے مہا بھارت سوراجی پروگرام کے بارے میں بعض وضاحتیں بہت اہم ہیں، پیام مشرق اور علامہ اقبال مرحوم کے بارے میں مولانا سندھی کی رائے، ہندوستان کے سیاسی مسئلے اور ہندو مسلم تصفیے کے سلسلے میں ہندوستان اور پنجاب کی تقسیم کے بارے میں اولین تجاویز پر روشنی پڑتی ہے۔

○ مولانا سندھی مرحوم کے یہ خطوط نہایت فکر انگیز، معلومات افزا اور بصیرتوں اور عبرتوں کا

مرتع ہیں۔ مولانا سندھی کے اقوال، آرا اور تجربات اور مشاہدات کے تذکرے سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ خطوط تعداد میں زیادہ نہیں، لیکن تاریخ آزادی کی ایک اہم دستاویک حیثیت رکھتے ہیں ان خطوط کے مضامین کی روشنی میں مولانا سندھی کے افکار پر مبنی کئی مضمون لکھ کر موجودہ دور کے حالات و مسائل میں رہنمائی مہیا کی جاسکتی ہے۔ ان کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگ آزادی کے حصول کی جدوجہد میں کیسے مشکل حالات سے گزرے ہیں۔ اور اپنی لگن کے کیسے پکے تھے کہ انھوں نے کبھی اور کسی حالت میں ملک کی آزادی کے مقصد کو آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔

صاحبِ عزیمت

ان خطوط کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا نے بڑی کٹھن زندگی گزاری تھی۔ وہ زندگی کے کئی نشیب و فراز سے گزرے تھے۔ زندگی کو انھوں نے بہت قریب سے دیکھا اور برتا تھا اور انھیں بہت تلخ تجربات ہوئے تھے۔ ان کی زندگی میں ایسا وقت بھی آیا تھا کہ انھیں کوئی یار و مددگار نظر نہ آتا تھا اور ایسا بھی ہوا کہ حکومتیں ان کی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے ان کے اشارۂ چشم و ابرو کی منتظر تھیں۔ کبھی ایسا ہوا کہ ان کے پاس ایک وقت کا آذوقہ فراہم کرنے کے لیے پیسہ نہ ہوتا تھا اور کبھی لاکھوں روپے خرچ کردینے کا انھیں اختیار ہوتا تھا۔

انھوں نے زندگی میں اپنوں کی بے وفائی کے چرکے بھی کھائے اور اپنے خوردوں کے ہتک آمیز رویوں کو بھی برداشت کیا۔

خطوط کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں خدا نے کس درجے تحمل اور برداشت کی خوبی رکھی تھی۔ بلاشبہ وہ ایک صاحبِ عزیمت شخص تھے۔

مولانا سندھی بہت فراخ حوصلہ تھے۔ لوگوں کی غلطیوں کو معاف کردینے والے، ساتھیوں اور پارٹی کے کارکنوں کی ہمت بڑھانے والے، ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرنے والے، ان کی خوبیوں کی تعریف کرنے اور ان کی تالیفِ قلب کا ہمیشہ خیال کرنے والے بزرگ تھے۔

یگانۂ عصر

ان کے خطوط کے مطالعے سے ان کی سیرت کا جو نقشہ ذہن میں ابھرتا ہے، وہ ان

یگانہ لوگوں کی سیرت ہے جو ان کے محبوب شاعر خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے ایک غزل میں اس طرح بیان کی ہے ۔

سعی سے اکتاتے اور محنت سے کنیاتے نہیں ۔ جھیلتے ہیں سختیوں کو سخت جانوں کی طرح
رسم و عادت پر ہیں کرتے عقل کو فرماں روا ۔ نفس پر رکھتے ہیں کوڑا حکم رانوں کی طرح
شادمانی میں گزرتے اپنے آپے سے نہیں ۔ غم میں رہتے ہیں شگفتہ شادمانوں کی طرح
رکھتے ہیں تمکیں جوانی میں بڑھاپے سے سوا ۔ رہتے ہیں چونچال پیری میں جوانوں کی طرح
پاتے ہیں اپنوں میں غیروں سے سوا بیگانگی ۔ منہ بھلا تکتے ہیں ایک اک کا یگانوں کی طرح
آس کھیتی کے پنپنے کی انھیں ہو یا نہ ہو ۔ ہیں اسے پانی دیے جاتے کسانوں کی طرح
اُن کے غصے میں ہے دل سوزی ملامت میں ہے پیار ۔ مہربانی کرتے ہیں نامہربانوں کی طرح
کام سے کام اپنے ان کو، گو ہو عالم نکتہ چیں ۔ رہتے ہیں بتیس دانتوں میں زبانوں کی طرح
طعن سُن سُن احمقوں کے ہنستے ہیں دیوانہ وار
دن بسر کرتے ہیں دیوانوں میں سیانوں کی طرح

وہ جوں جوں آزمایشوں سے گزرے اور تجربات کی تلخیوں کے گھونٹ پیے، ان کا جوہرِ سیرت نکھرتا ہی گیا ۔ مولانا سندھی جیسی پختہ فکر و سیرت کی مثالیں ہماری سیاسی تاریخ میں بہت تھوڑی ملیں گی ۔

زبان اور طرزِ تحریر

مولانا سندھی مرحوم کے تمام دریافت شدہ خطوط اردو میں ہیں۔ لیکن اردو مولانا کی نہ مادری، پدری زبان تھی نہ انھوں نے اس کو بہ طور ایک فن کے سیکھا تھا ۔ وہ اردو کے ادیب یا انشا پرداز نہیں تھے ۔ اس کے باوجود انھوں نے زبان کو کامل صحت اور قواعد کے مطابق استعمال کیا ہے ۔ ان کی تحریر میں نہ کوئی لفظ زائد ہے نہ بے موقع و بے معنی ۔ وہ ایک ایک لفظ سوچ سمجھ کر استعمال کیا ہے ۔ وہ الفاظ کے استعمال میں بہت محتاط معلوم ہوتے ہیں ۔ ان کے خطوط ان کے جذبات، افکار اور ان کی زندگی اور حالات کے نشیب و فراز کے آئینہ دار ہیں

سنہ ہندی

مولانا سندھی مرحوم ہندوستان پر محمود غزنوی کے حملوں سے ہندوستان کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع کرتے ہیں۔ چوں کہ اُس کے حملوں کا آغاز سنہ ۱۰۰۱ء میں ہوا تھا لہٰذا اس وقت سے ایک نئے سنہ ہندی کا آغاز کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے خطوط میں اور کئی جگہ اسی نئے سنہ ہندی کو اختیار کیا ہے۔ مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا دین محمد وفائی کے خطوط میں انھوں نے یہی سنہ اختیار کیا ہے، یعنی ۱۰ اکتوبر سنہ ۹۴۰ ہندی اور یکم مئی سنہ ۹۴۲ ہندی لکھا ہے۔ اگر اس میں ایک ہزار کا عدد (جو محمود غزنوی کے حملۂ ہندوستان سے پہلے کی مدت ہے) شامل کر دیں تو یہ سنہ عیسوی کے عین مطابق ہو جائے گا۔ قوموں کی تربیت اور سیرت کی تشکیل میں اس قسم کے اختیارات کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ مولانا سندھی مرحوم کی اس حقیقت پر نظر تھی۔

پروفیسر محمد اسلم نے اقبال شیدائی مرحوم کے نام مولانا سندھی کے جو خطوط شائع کیے ہیں، میرا خیال ہے کہ ان میں بھی مولانا نے اگر سب میں نہیں تو بعض پر ضرور سنہ ہندی درج کیا تھا۔ اسی لیے محترم اسلم صاحب کو ایک حاشیے میں سنہ ہندی کی وضاحت کرنی پڑی۔

مولانا سندھی مرحوم کے مکاتیب کے خصائص کے بارے میں جو اشارات کیے ہیں اس میں صرف یہی خطوط پیش نظر نہیں رہے جو یہاں پیش کیے گئے ہیں بلکہ "مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے سیاسی مکتوبات" سے بھی استفادہ کیا ہے۔ فاضل مرتب پروفیسر محمد اسلم نے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے تعارف کے ساتھ مکتوبات کی تاریخی و سیاسی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے